مولوی عبدالحق: اعظم الکلام کے ترجمے میں تحریف وتدلیس

مولوی چراغ علی قرآن کو کلام اللہ نہیں مانتے

سرسید قرآن کو محمدؐ کا کلام سمجھتے تھے

مولوی چراغ علی کی کتاب ''ریفارمز انڈر مسلم رول''

عاصم جمالی[جھنگ]

جن دنوں مولوی عبدالحق صاحب مدرسہ آصفیہ حیدرآباد دکن کے صدر مدرس تھے۔اکتوبر ۱۸۹۹ء میں رسالہ ''افسر'' سے بھی بحیثیت مدیر وابستہ ہوگئے،اسی زمانے میں امور عامہ (ہوم سیکریٹری) میں مترجم بنائے گئے۔ جہاں بارہ تیرہ سال تک یہ خدمت سرانجام دیتے رہے۔۱۹۱۱ء میں ناظم (ڈائریکٹر) تعلیم کے مددگار اور چند ماہ بعد اوائل ۱۹۱۲ء میں صوبہ اورنگ آباد کے صدر مہتمم مقرر ہوئے۔ جہاں سے مولوی صاحب کو جامعہ عثمانیہ کے سررشتہ تالیف وترجمہ کی نظامت پر ترقی دی گئی۔[۱] اس شعبہ میں مولوی صاحب نے اپنے ذوق اور قابلیت کا پورا پورا ثبوت دیا جس فن کی کتاب کا ترجمہ کرنا ہوتا اس مضمون کا قابل ترین شخص جو دونوں زبانوں میں پوری پوری مہارت رکھتا ہو منتخب کیا جاتا............ جو کتاب بھی ترجمہ کی جاتی وہ مختلف مراحل سے گزرتی۔اولاً زبان وادب کی جانچ ہوتی اور جوش ملیح آبادی اس دارالترجمہ میں ناظر ادبی تھے۔اس کے بعد مولانا خیرالمبین صاحب جو یہاں کے بڑے زبردست عالم دین تھے اور وہ نواب حیدر یار جنگ صدرالصدور امور مذہبی پر مشتمل ایک کمیٹی میں یہ کتاب پیش ہوتی اور مذہبی نقطۂ نظر سے اس کی جانچ پڑتال کی جاتی۔ یہاں سے گزر کر جس فن کی یہ کتاب ہوتی اس کے ماہرین اور پروفیسروں کی کمیٹی میں پیش ہو کر فنی نقطۂ نظر سے اس پر جرح وتنقید کی جاتی۔ یہاں سے پاس ہونے کے بعد مسودہ مطبع میں جاتا اور اس کی طباعت عمل میں آتی۔[۲] مذکورہ عرصہ کے آخری سالوں میں مولوی عبدالحق صاحب نے مولوی چراغ علی کی انگریزی کتاب "The Proposed Political, Legal and Social Reforms in the Ottoman Empire and Mohammadan States" جسے بمبئی

کی ایجوکیشن سوسائٹی پریس بائی کولا (Education Society's Press Byculla) نے ۱۸۸۳ء میں شائع کیا تھا کا ترجمہ ''اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام'' کے نام سے دو جلدوں میں ۱۹۱۰ء اور ۱۹۱۱ء میں شائع کیا۔ اس ترجمہ کی جلد اول مطبع مفید عام آگرہ میں (بہ اہتمام محمد قادر علی خان صوفی) دو ہزار کی تعداد میں چھپی اور جلد دوم رفاہ عام اسٹیم پریس لاہور میں مولوی عبدالحق صاحب کے اہتمام سے دو ہزار کی تعداد میں چھپی۔ دونوں جلدوں کے ناشر مولوی عبداللہ خان تھے، جنھوں نے اسے کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن سے شائع کیا۔ یہاں بے جا نہ ہوگا کہ ناشر کتاب کا بھی مختصراً تذکرہ کر دیا جائے۔ موصوف کا وطن شمالی ہند، حدود مشرقی پنجاب سے متصل تھا۔ ۱۹۱۰ء میں حیدرآباد دکن چلے آئے اور مولوی تصدق حسین مہتمم کتب خانہ آصفیہ کے پاس مقیم رہے۔ علمی قابلیت معمولی درجہ کی تھی مگر مطالعہ نہایت وسیع تھا۔ ابتدائی زمانہ میں مولوی عبدالحق مرحوم کو عبداللہ خان سے بڑی مدد ملی............آپ مولوی صاحب کا ہاتھ بٹاتے رہے۔[۳] مولوی چراغ علی کی مذکورہ کتاب کا ترجمہ مولوی عبدالحق صاحب نے ''اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام'' کے نام سے کیا۔ اس نام کو متبادر الفہم نہیں کہا جا سکتا۔ اگرچہ کتابوں کے اس قسم کے نام اس دور میں مروج تھے مثلاً ''تہذیب الکلام'' [۴] منتہی الکلام فی بیان مسائل الاسلام'' [۵] وغیرہ، یہاں لفظ ''اعظم'' غالباً نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی مرحوم فنانشل وریونیو سیکریٹری دولت آصفیہ کے خطاب کی رعایت سے استعمال کیا گیا ہے اور ''کلام'' عقائد کے دلائل کے علم یعنی ''علم کلام'' کی رعایت سے استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح لفظ ''ارتقاء الاسلام'' میں ارتقاء (Evolution) یعنی تدریجی ترقی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اگر اس کا اطلاق اسلام کی ہدایت کی روح اور بنیاد پر کیا جائے تو یہ بالبداہت درست نہیں ہے۔ اگرچہ بقول قاضی جاوید، انھوں نے (مولوی چراغ علی) اسلام کی ایسی جدید توجیہہ پیش کرنے کی کوشش کی جو نوآبادیاتی آقاؤں کے لیے زیادہ سے زیادہ قابل قبول ہو اور جس پر ان کے دانشور کم از کم اعتراضات کر سکیں۔[۶] سرسید احمد خاں کے خط بنام مولوی چراغ علی سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کا نام ''اعظم الکلام'' مولوی چراغ علی صاحب کا ہی رکھا ہوا ہے۔ سرسید احمد خان مولوی چراغ علی صاحب کو اپنے خط (مشمولہ کتاب ہذا جس پر تاریخ درج نہیں ہے) میں تحریر کرتے ہیں:

''جناب مولانا و مخدومنا'' میں نے آپ کی کتاب اعظم الکلام کو بخوبی دیکھا اور آپ کی تار برقی پہنچنے کے بعد کل فہرست کا اردو میں ترجمہ بھی کر لیا اور اس کو کسی قدر زیادہ وضاحت سے لکھنا شروع کیا۔[۷] مولوی عبدالحق صاحب نے سرسید کے مذکورہ بالا خط کی عبارت (جسے ذیل میں درج کیا گیا ہے) سے استنباط کیا ہے۔

''مولوی چراغ علی مرحوم کا ارادہ اس کتاب کو اردو زبان میں بھی شائع کرنے کا تھا لیکن چونکہ سرسید زمانہ کی حالت اور خصوصاً دیسی ریاستوں کے نازک تعلقات کو خوب سمجھتے تھے۔ انھوں نے کتاب کے مطالب پر واقفیت حاصل کرنے کے بعد اس سے اختلاف کیا شکر ہے کہ اب اتنی مدت کے بعد مرحوم کا دیرینہ ارادہ مولوی عبداللہ خان صاحب کی ہمت سے پورا ہوا۔ خداوند تعالیٰ مصنف کو مغفرت اور پبلشر کو جزائے خیر عطا فرمائے''۔[۸]

کتاب کے مطالب ایسے کیا تھے؟ جو اس زمانہ کی حالت اور بالخصوص دیسی ریاستوں کے نازک تعلقات کو خراب کر سکتے تھے؟ اس بارے میں مولوی عبدالحق صاحب نے کوئی وضاحت درج نہیں کی اور نہ ہی مولوی عبدالحق صاحب کے ترجمے کے بعد جب کہ ۱۸۸۳ء (سن اشاعت کتاب بزبان انگریزی) اور اس زمانہ سے متصل زمانہ جب کتاب کا اردو میں ترجمہ ہوا یعنی ۱۹۱۰ء اور ۱۹۱۱ء کا زمانہ اور اس کی حالت اور دیسی ریاستوں کے نازک تعلقات نے نہ ہی کوئی کروٹ بدلی تو اس کی شہادت نہ اس دور کے اخبارات میں ہے اور نہ ہی بعد کے کسی مورخ نے اس کتاب کے ترجمے پر کسی ہنگامہ آرائی کا تذکرہ کیا ہے۔ البتہ سرسید نے اپنے مذکورہ خط کے آخر پر کتاب زیر نظر کے بارے میں ردعمل کا ذکر کیا ہے:

''علی گڑھ میں بھی بری فیلنگ آپ کی نسبت پھیلی ہے۔ منشی اکبر حسین منصف کے پاس وہ کتاب کہیں سے آئی ہے اس کے بعض مضامین کا انھوں نے لوگوں سے ذکر کیا اور لوگ نہایت ناراض ہوئے حیدر آباد میں یہاں سے زیادہ جہالت ہے اور بہت ناراضی پھیلنے کا اندیشہ ہے۔'' [۹] اس کتاب کے ایک حصے کا ترجمہ جو صفحہ نمبر ۱ سے صفحہ نمبر ۴۱ پر مشتمل ہے۔

اس زمانے میں پادری رجب علی کے مشہور رسالہ ''پنجاب ریویو'' کے ضمیمہ جلد نہم نمبر ۴ بابت ماہ اپریل ۱۸۸۷ء میں چھپ کر شائع ہو گیا تھا۔ [۱۰] لیکن سرسید کے خیالات کے برعکس کوئی طوفان نہ اٹھا سرسید کے مذکورہ خط کے الفاظ درج ذیل ہیں:

''میری رائے میں اس کا اردو میں چھپنا مناسب نہیں۔ لوگ اس کا مطلب اور مقصد سمجھنے کے نہیں اور الٹے اور مخالف معنی لگا دیں گے اور اس کے چھپنے اور مشتہر ہونے سے شاید حیدر آباد میں ایک مخالف اور عداوتی فیلنگ آپ کے ساتھ پیدا ہو گی۔ جس کا پیدا ہونا میری رائے میں مناسب وقت نہیں ہے اس لیے میں نے فہرست کا چھاپنا اور درست کرنا موقوف کر دیا ہے اور مجھے امید ہے کہ آپ میری اس رائے سے اتفاق کریں گے''۔ [۱۱]

مولوی چراغ علی صاحب کا ۱۵/ جون ۱۸۹۵ء کو انتقال ہوا۔ [۱۲] اس وقت تک صرف علی گڑھ میں بری فیلنگ انگریزی کتاب کے بارے میں پھیلی لیکن کسی قسم کا ہنگامہ برپا نہ ہوا۔ سرسید نے ان قابل اعتراض مقامات کی طرف صرف یہ کہہ کر اشارہ کیا ہے کہ ان کے مشتہر کرنے سے صرف عداوتی فیلنگ پیدا ہو گی لیکن ڈاکٹر اسپرنگر الاس (۱۸۱۳-۱۸۹۳ء) نے اپنے مکتوب مورخہ ۸/ مئی ۱۸۸۴ء میں مولوی چراغ علی صاحب کو واضح طور پر لکھ کر متنبہ کیا ہے۔ (ڈاکٹر اسپرنگر ۱۸۴۳ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی میں ملازم ہوئے، ۱۸۴۴ء میں محمڈن کالج دہلی کے پرنسپل ہوئے، ۱۸۵۰ء میں لکھنؤ کے ریذیڈنٹ بنے، ۱۸۵۱ء سے ۱۸۵۴ء تک کلکتہ کے مدرسہ عالیہ کے پرنسپل رہے۔ ۱۸۵۷ء میں یورپ واپس چلے گئے۔ اسپرنگر اپنے طویل خط میں لکھتے ہیں:

''آپ نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۳۳ [۱۳] میں لکھا کہ ''دوسرا معاملہ جس کی طرف پیغمبر نے توجہ مبذول کی وہ بہتان و افترا کا رفع کرنا تھا چنانچہ آپ نے ان لوگوں کے لیے جسمانی سزا کا حکم دیا جنھوں نے پارسا عورتوں پر بہتان باندھے اور آپ نے سورۃ النور ۲۴ کی آیات ۴-۶-۲۳ کا حوالہ دیا ہے۔ آپ کی کتاب میں یہ

فقرات ایسے ہیں جن پر سب سے زیادہ آسانی سے حملہ ہوسکتا ہے۔ایک وقت ایسا آئے گا جب کہ مسلمانوں میں بھی آزاد خیال لوگ اس کثرت سے پیدا ہوجائیں گے۔جیسے کہ آج کل ہمارے ہاں جرمنی میں ہیں جہاں مشکل سے کوئی تعلیم یافتہ شخص انجیل کو کتاب الٰہی سمجھتا ہے اور جب ایسا وقت آئے گا تو اس بات کے کہنے میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا کہ قرآن مجید محمد صلعم کی تصنیف ہے لیکن فی الحال مؤمنین کے مذہبی خیالات کو صدمہ نہیں پہنچانا چاہیے'۔[۱۴] ایک اور مقام پر اسپرنگر لکھتے ہیں'' مثل دیگر احناف کے آپ نے بھی علم الحدیث کی قدر کو بہت گھٹا دیا ہے.........میری رائے میں اصلاح کا صحیح راستہ یہ ہے کہ حدیث کا مطالعہ درایت کے ساتھ کیا جائے۔آپ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ پیغمبر نے احادیث کے لکھنے کا کبھی حکم نہیں دیا۔[۱۵] ڈاکٹر اسپرنگر کا مولوی چراغ علی کی کتاب پر مجموعی تبصرہ ملاحظہ ہو''جس قدر کتابیں کہ عیسائی مذہب کی حمایت میں لکھی گئی ہیں یہ کتاب اگر ان سے افضل نہیں تو ان کے برابر ضرور ہے''۔[۱۶] مولوی چراغ علی صاحب نے تو یہ کتاب اسلام کے دفاع میں انگلستان کے ایک پادری کینن میلکم میکال کے کنٹمپورری ریویو Contemporary Review کے مضمون مطبوعہ اگست ۱۸۸۱ء کے جواب میں لکھی تھی جس کا عنوان تھا کیا زیرِ حکومت اسلام اصلاحات کا ہونا ممکن ہے اس مضمون میں پادری صاحب نے اس بات پر زور دیا کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو زمانہ حال کے بالکل نامناسب ہے۔اسلامی سلطنت میں کسی اصلاح کی توقع رکھنی فضول ہے کیونکہ اسلامی سلطنت درحقیقت الٰہی سلطنت ہے جس کے تمام قواعد خواہ مذہبی ہوں یا تمدنی دیوانی فوجداری سب خدا کے مقرر کیے ہوئے ہیں۔اس لیے اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدیل ممکن نہیں۔لہٰذا جب تک مسلمان مذہب اسلام کو ترک نہ کردیں اس وقت تک وہ ترقی نہیں کرسکتے۔[۱۷] لیکن ان کی کتاب پڑھ کر اسپرنگر نے اسے مذہب عیسوی کی حمایت کی کتاب گردانا اور مولوی چراغ علی صاحب کی چند غلطیوں کی نشاندہی تھپکی دیتے ہوئے کی کہ ابھی ان باتوں کے اظہار کا وقت نہیں گو اسپرنگر کے نزدیک یہ درست ہیں لیکن کیونکہ ان سے مسلمانوں کے خیالات کو صدمہ پہنچتا ہے اس لیے بیان نہیں کرنا چاہیے کم وبیش یہی رویہ بغیر نشاندہی کے سرسید نے اپنایا ہے۔اسپرنگر نے اپنے محولہ بالا خط جو انھوں نے ہیڈل برگ سے ۱۸رمئی ۱۸۸۴ء کو لکھا تھا اس میں اس کتاب کے ترجمے کے بارے میں بھی تحریر کیا کہ ''مجھے تعجب ہے کہ کیوں آپ کے کسی پرجوش اسلامی بھائی نے اب تک اس کتاب کا انگریزی ترجمہ مرتب نہیں کیا''۔[۱۸] (ایسے لگتا ہے کہ مولوی عبدالحق صاحب سے ترجمہ کرتے ہوئے بجائے اردو ترجمہ کے انگریزی ترجمہ لکھا گیا ہے جب کہ کتاب تو پہلے ہی انگریزی زبان میں تھی پھر اسے انگریزی ترجمہ کی کیا حاجت تھی) بہرکیف اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے مولوی عبدالحق صاحب نے مولوی عبداللہ خان ناشر کتاب کے تعاون سے ترجمہ کرڈالا۔اب ظاہر ہے کہ ترجمہ تو ترجمہ ہی ہوتا ہے خواہ لفظی ہو یا آزاد، وہ اصل تحریر کے دائرے سے باہر جانا نہیں چاہیے۔لیکن مولوی عبدالحق صاحب کے سر پر شاید سرسید احمد خان کے بیان کردہ خدشات سوار تھے کہ اس کتاب کے ترجمے سے زمانہ کی حالت اور دیسی ریاستوں کے نازک تعلقات خراب ہوجائیں گے ان ہی خدشات و اندیشوں کے پیشِ نظر ترجمہ ان مقامات پر جس کی مثال اسپرنگر نے دی ہے۔تحریف وتغلب کا شکار ہوکر رہ گیا ہے۔اس امر کی نشاندہی حبیب الرحمٰن خان شیروانی نے بھی

کی ہے: ''سرسید کے رفقاء نے بھی مذہب کی خدمت کا وہی پہلو اختیار کیا جو سرسید نے ان کے سامنے پیش کیا تھا۔ ایک سے زیادہ مقدمے بتاتے ہیں کہ مقدمہ نگار بھی انھیں خیالات کے قدر دان ہیں اس لیے ان دونوں مقدموں میں دل کھول کر اعظم یار جنگ بہادر کے خیالات کی پرزور تائید کی ہے اور مخالفین کی پوری دار و گیر'' [۱۹] شیروانی صاحب کی نشاندہی تو صرف مقدمات میں مولوی چراغ علی صاحب کی پروز تائید ہے۔ مولوی عبدالحق صاحب کی تحریف ترجمہ، مولوی عبدالحق صاحب کی مولوی چراغ علی سے حد سے متجاوز جذباتیت ہے جیسے کہ پروفیسر سید مسعود حسن رضوی احتیاط کے قائل تھے، محنت اور لگن سے کام کیا کرتے تھے، لیکن محمد حسین آزاد اور واجد علی شاہ کا ذکر آتے ہی معلوم نہیں کیوں جذباتی ہو جایا کرتے تھے۔[۲۰] اور یہی حال مولوی عبدالحق صاحب کا مولوی چراغ علی کے بارے میں ہے۔ یہاں تک کہ ان کے خیالات پر پردہ ڈالنے کے لیے تحریف تک کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔

مولوی عبدالحق صاحب نے ''اعظم الکلام'' کا ترجمہ کرتے ہوئے جو تحریف و تغلب کا مظاہرہ کیا ہے اس کی چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

۱) مولوی چراغ علی صاحب نے لکھا:

105 "the final and effectual step taken by Muhammad towards the abolition of this leading vice of Arab community was the declaring in the koran. [۲۱]

اس کا ترجمہ مولوی عبدالحق صاحب نے یوں کیا ''آخری اور قطعی تدبیر جو آنحضرت صلعم نے اہل عرب کی سب سے بڑی رسم کو اٹھا دینے کے متعلق اختیار کی وہ قرآن کا یہ ارشاد تھا کہ............ [۲۲] لیکن مولوی چراغ علی صاحب کی انگریزی عبارت قرآن شریف میں'' Declare کرنا آنحضرت کی طرف منسوب کر رہی ہے، لیکن مولوی عبدالحق صاحب اس عبارت کے برعکس اس کا ترجمہ قرآن کا ارشاد لکھتے ہیں۔ انگریزی عبارت سے جو خلاف اسلام عقیدہ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مولوی چراغ علی قرآن کریم کو یہ لکھ کر کہ آنحضرت صلعم نے قرآن میں یہ تدبیر اختیار کی قرآن کریم کو آنحضرت صلعم کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔ جب کہ قرآن کریم آنحضرت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا تھا نہ کہ آنحضرت صلعم کی تصنیف تھا۔ ٹورانٹو یونیورسٹی میں اسلامک اسٹڈیز کے پروفیسر عزیز احمد صاحب نے بھی اس عبارت کو نوٹ کیا ہے۔ موصوف لکھتے ہیں:

"Chirag Ali has quite unconsciously regarded the Quran not as the divine word but the work of Muhammad" [۲۳]

ترجمہ: مولوی چراغ علی صاحب نے بالکل غیر ارادی طور پر قرآن پاک کو خدا تعالیٰ کی وحی کے بجائے آنحضرت صلعم کی تصنیف قرار دیا ہے''۔ اگر اس بھول کی صرف یہی ایک مثال ہوتی تو اسے غیر ارادی مان لیا جاتا لیکن ایسی اور بھی مثالیں مولوی چراغ علی صاحب کی کتاب میں موجود ہیں لیکن ترجمہ کرتے وقت مولوی عبدالحق

صاحب نے عمداً ان کو دوسرے رنگ میں ترجمہ کر کے اور ہی تاثر دیا ہے۔

۲)ایک اور مقام پر مولوی چراغ علی صاحب لکھتے ہیں:

"The suppression of slander was the next subject that engaged the Prophet's attention, calumniated virtuous women (Sura XXIV-4, 6, 23)"

[۲۴]

مولوی عبدالحق صاحب نے اس کا ترجمہ بعینہٖ کیا ہے۔اگر چہ حکم قرآن شریف کو آنحضرت صلعم کی طرف ہی منسوب کیا گیا ہے۔''پھر آنحضرت صلعم نے عورتوں پر بہتان باندھنے کے مسئلے کی طرف توجہ فرمائی اور جو لوگ پاک دامن اور نیک عورتوں کے خلاف اتہام لگاتے تھے ان کے لیے جسمانی سزا مقرر کی۔(النور۲۴،آیت ۴، ۲۳،۶)

[۲۵] جرمن مستشرق اسپرنگر مولوی چراغ علی صاحب کے خیالات سے کس قدر اتفاق کرتا ہے اور مولوی چراغ علی کو کیا نصائح کرتا ہے گویا کہ کسی اپنے ہی آدمی کو سمجھایا جا رہا ہے۔شاید اسی لیے مولوی عبدالحق صاحب نے بھی اس مقام پر ترجمے میں کوئی دوسرا راستہ اختیار نہیں کیا:''آپ کی کتاب میں یہ فقرات ایسے ہیں جن پر آسانی سے حملہ ہوسکتا ہے۔ایک وقت ایسا آئے گا جب کہ مسلمانوں میں بھی آزاد خیال لوگ اس کثرت سے پیدا ہو جائیں گے جیسے آج کل ہمارے ہاں جرمنی میں ہیں جہاں مشکل سے کوئی تعلیم یافتہ شخص انجیل کو کتاب الٰہی سمجھتا ہے اور جب ایسا وقت آئے گا جب کہ مسلمانوں میں بھی آزاد خیال لوگ اس کثرت سے پیدا ہو جائیں گے جیسے آج کل ہمارے ہاں جرمنی میں ہیں جہاں مشکل سے کوئی تعلیم یافتہ شخص انجیل کو کتاب الٰہی سمجھتا ہے اور جب ایسا وقت آئے گا تو اس بات کے کہنے میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا کہ قرآن مجید محمد صلعم کی تصنیف ہے لیکن فی الحال مومنین کے مذہبی خیالات کو صدمہ نہیں پہنچانا چاہیے۔''[۲۶] گویا نعوذ باللہ قرآن کریم کو آنحضرت صلعم کی تصنیف مانتے ہیں یہاں مصنف (مولوی چراغ علی) مبصر مراسلہ نگار (اسپرنگر) اور مترجم (مولوی عبدالحق) متحد الخیال ہیں مولوی چراغ علی کا دفاع اسپرنگر کرتا ہے اور مولوی عبدالحق ان امور کا سرے سے نوٹس ہی نہیں لیتے۔مترجم (مولوی عبدالحق صاحب) کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ موصوف تو صرف ایک مترجم تھے ان کا کتاب کے مندرجات اور مضامین سے کیا کام؟ تو اس کی تردید مترجم (مولوی عبدالحق صاحب) کے ایک حاشیے سے ہوتی ہے جس میں مولوی چراغ علی صاحب نے سورۃ النساء کی آیت ا کے ترجمے پر اپنی رائے کا اظہار بھی کیا ہے۔

مصنف (مولوی چراغ علی) نے انگریزی ترجموں سے لفظ''ارحام'' کا ترجمہ عورتیں جنھوں نے تم کو اپنے پیٹ سے پیدا کیا لکھا ہے ارحام کے لغوی معنی قریب (کذا) رشتہ دار ہیں اور اصطلاح فقہ میں ان رشتہ دار مردوں اور عورتوں کو کہتے ہیں جو ماں کی طرف سے ہوں مگر لغت میں لفظ ارحام واولوالا رحام ماں اور باپ کی طرف سے مرد وعورت رشتہ داروں کے لیے عام ہے۔کتب تفاسیر میں اس آیت کا یہ مطلب لکھا ہے کہ قریبی رشتہ داروں کے حقوق کا لحاظ رکھو اور ان کی عظمت کرو اور قطع رحم سے ڈرو۔ملاحظہ ہو ترجمہ قرآن از

وہیری، میکسملر وغیرہ والبیان تفسیر کبیر امام رازی وقاضی بیضاوی لغت لسان العرب وتاج العروس [۲۷]۔ مترجم کی اس رائے سے ثابت ہے کہ جہاں کہیں اسے اختلاف ہے اس نے اس کا اظہار کر دیا ہے اور اگر اختلاف نہیں کیا تو اسے سوائے اتفاق کے کیا نام دیا جا سکتا ہے اس طرح مترجم (مولوی عبدالحق صاحب، مراسلہ نگار (اسپرنگر) مصنف (مولوی چراغ علی) اوپر درج کیے گئے خیال میں یک زبان ٹھہرتے ہیں۔ جرمن مستشرق اسپرنگر نے جس امر کی طرف مولوی چراغ علی صاحب کی توجہ دلائی اس کی چند ایک اور مثالیں بھی درج ذیل ہیں:

الف) مولوی چراغ علی صاحب لکھتے ہیں:

> "Even these passeges do not exhaust what Muhammad did to better the low status of female..."[۲۸]

ترجمہ مولوی عبدالحق صاحب: ''ان آیات میں جو کچھ مذکور ہے آنخضرت صلعم نے عورتوں کی بہتری کے لیے اس سے کہیں زیادہ بہتر کیا......'' [۲۹]۔ آنخضرت صلعم تو صرف احکامات الٰہی کی پیروی کرتے تھے پھر آپ کے لیے ان الفاظ کا استعمال آپ کی شان کے خلاف بات ہے جس کے مرتکب مولوی چراغ علی صاحب ہیں جیسے کہ مولوی چراغ علی صاحب نے یہاں بھی درج کیا ہے:

> "...... inculcated in his revelation the respect due to them ....." [۳۰]

ترجمہ: مولوی عبدالحق صاحب: ......اور اپنے الہامی کلام میں عورتوں کی عزت اور زن وشوہر کی باہمی آرام و آسائش اور مسرت کی تعلیم دی......'' [۳۱] وحی والہام تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اس میں کسی امر کی تعلیم جاگزیں (Inculcate) کرنا مہبط وحی والہام کا کب کام ہے؟ وہ تو وہی بیان کرتا ہے جس کے احکام دیے گئے ہوں اس سے واضح ہوتا ہے کہ مولوی چراغ علی صاحب وحی کو بھی اللہ تعالیٰ کی بجائے آنخضرت کی طرف منسوب کرتے ہیں جو اسلام کی شان گھٹانے کے مترادف ہے اور مستشرقین کی ہم نوائی ہے۔

ب) مولوی چراغ علی صاحب لکھتے ہیں:

> "That Muhammad had authorised the corporal punishment of refractory wives by their husbands in extreme cases" (*Sura* IV-38) [۳۲]

ترجمہ مولوی چراغ علی صاحب: ''یہ امر کہ آنخضرت صلعم نے شوہروں کو اجازت دی ہے کہ انتہائی حالات میں وہ اپنی سرکش بیبیوں کو جسمانی سزا دے سکتے ہیں'' [۳۳]۔ (النساء۴، آیت ۳۸)۔ سورۃ النساء کے احکامات کو مولوی چراغ علی صاحب بجائے خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے کے آنخضرت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

ج) مولوی چراغ علی لکھتے ہیں:

"Muhammad did not contract any marriage after he had imposed the limitation of polygamy for the first time (Sura IV-3) or had virtually abolished the same (Compare Verses 3 and 127, Sura IV) [۳۴]

ترجمہ مولوی عبدالحق صاحب: ''پہلی مرتبہ (النساء۴، آیت۳) تعدادازدواج کو محدود کرنے کے بعد آپ نے دوسرا نکاح نہیں کیا بلکہ اصل یہ ہے کہ آپ نے گویا اس رسم کو الٹا دیا (النساء۴، آیت ۳۔۱۲۷) ملا کر پڑھو''۔

یہاں بھی مولوی چراغ علی تعدادازدواج کو محدود کرنے کے احکام کو بجائے خداتعالیٰ کی طرف منسوب کرنے کے آنخضرت صلعم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔[۳۵]

د) مولوی چراغ علی صاحب لکھتے ہیں:

"...... all he could venture to do was by imposing obligatory behests in the Koran against it". [۳۶]

ترجمہ مولوی عبدالحق صاحب: ''آنخضرت صلعم اس کے موقوف کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتے تھے کہ قرآن میں اس کے خلاف حکم دیا جائے جس کی تعمیل فرض ہے (النساء۴۔آیت ۳۔۱۲۸) [۳۷]

مولوی چراغ علی صاحب یہاں بھی قرآنی احکامات الٰہیہ کے صدور کو آنخضرت صلعم کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔

ز) مولوی چراغ علی صاحب لکھتے ہیں:

"In the first place Muhammad reform the abuse of Kela, which was a sort of sepration given to his wife by a person with a vow of never approaching her till a certain time". [۳۸]

ترجمہ مولوی عبدالحق صاحب: ''سب سے اول آنخضرت صلعم نے ایلاء کی اصلاح کی یہ بھی ایک قسم کی جدائی تھی شوہر یہ عہد کر لیتا تھا کہ وہ جب تک چاہے بیوی کے پاس نہ جائے''۔[۳۹]

سورۃ البقرہ۲ آیت ۲۲۴۔۲۲۷ میں ایلاء کی مدت چار مہینہ مقرر کیے جانے کو مولوی چراغ علی صاحب بجائے خداتعالیٰ کے احکامات بتانے کے آنخضرت صلعم کی طرف حکم کا اطلاق کرتے ہیں۔

ح) مولوی چراغ علی صاحب لکھتے ہیں:

"Muhammad reduced the number of divorce and peace

only to two, each with an interval of a long period for reconsideration ." [۴۰]

ترجمہ مولوی عبدالحق صاحب: ''آنحضرت صلعم نے طلاق اور مصالحت کی تعداد دو تک محدود کردی اور ہر ایک طلاق کے لیے مدت طویل غور کرنے کے لیے معین کی ......'' [۴۱] سورۃ البقرہ ۲۔ آیت کے احکام کو مولوی چراغ علی صاحب آنحضرت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

ط) مولوی چراغ علی صاحب لکھتے ہیں:

"All these measures adopte by Muhammad in abolishing slavery defecto and dejure may be summarised under the following heads......" [۴۲]

ترجمہ مولوی عبدالحق صاحب: ''آنحضرت نے انسداد غلامی کے لیے جو مستقل یا عارضی تدابیر اختیار کیں ان سب کا خلاصہ ذیل کے عنوانوں میں کیا جا سکتا''۔[۴۳] انسداد غلامی کے احکامات کو آنحضرت صلعم کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ غلامی کے بارے میں مولوی چراغ علی کے بیان کردہ مضمون کو مولوی عبدالحق صاحب ترجمہ کرتے وقت احکامات قرآن کی طرف منسوب کرتے ہیں جیسے:

''آنحضرت صلعم نے از روئے احکام قرآن صاف اور صریح طور سے یہ تاکید فرمائی کہ غلام یا تو آزاد کردیے جائیں یا تاوان لے کر چھوڑ دیے جائیں ......'' [۴۴]۔لیکن مولوی چراغ علی صاحب کے اصل الفاظ عبارت یہ ہیں:

"Mohammad most distinctly and expressly abolished this by enjoining in Koran that the captives must either be dismissed freely or ransomed....." [۴۵]

اس عبارت کا ترجمہ جو لکھے گئے الفاظ میں میل کھاتا ہے وہ درج ذیل ہوسکتا ہے:۔

حضرت محمد صلعم نے نہایت واضح اور دوٹوک الفاظ میں اسے منسوخ کر کے قرآن پاک میں حکم جاری کردیا کہ غلاموں کو یا تو آزاد کردیا جائے یا تاوان لے کر چھوڑ دیا جائے۔ درج بالا عبارت اور ترجمے سے یہ منسوخی اور قرآنی احکامات آنحضرت صلعم کی طرف منسوب ہوتے ہیں لیکن مولوی عبدالحق صاحب نے اپنے ممدوح مولوی چراغ علی صاحب اور اپنے مخصوص عقائد پر پردہ ڈالنے کے لیے ترجمہ میں تحریف کی ہے۔

اس سے اگلا پیراگراف جو مولوی چراغ علی صاحب نے لکھا ہے ملاحظہ ہو:۔

"Muhammad not only did this, which was in itself a grand achievement of abolishing, at least virtualy, future slavery...." [۴۶]

اس پیراگراف کا جو ترجمہ مولوی عبدالحق صاحب نے کیا ہے اس سے ہمارے درج بالا ترجمہ کی تصدیق ہوتی ہے:۔''آنحضرت صلعم نے صرف اتنا ہی نہیں کیا کہ آئندہ کے لیے غلامی کو موقوف کر دیا جو درحقیقت بہت بڑا کارنامہ ہے......''[۴۷] کتاب زیرِ نظر کی تصنیف و ترجمہ پر سطور بالا میں کسی حد تک خیالات کا اظہار کیا جا چکا ہے البتہ اس ترجمہ سے ملحق مقدمہ جو مترجم مولوی عبدالحق صاحب نے لکھا ہے کہ مشمولات بھی اسی قسم کی جانب داری کا شکار ہیں اور محل نظر ہیں۔ان پر تفصیلی بحث کی دوسری صحبت پر اٹھا رکھتے ہیں البتہ میدان تحقیق کے راہروں سے گزارش ہے کہ دوران تحقیق ترجمے کے ساتھ اصل کتاب کا بھی دیکھنا لازم ہوا کرے تو حق تحقیق ادا ہوتا رہے گا چند سطور قرآن پاک کو مولوی چراغ علی صاحب کا Work of Muhammad قرار دینے کے پس پردہ دراصل پادری کینن ملکم میکال Malcom Maccoll کا اعتراض "Are Reforms Possible under mussalman Rule" تھا۔اس اعتراض میں کیوں کہ اسلامی سلطنت کے قواعد کو خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ ناقابل تغیر و تبدل فرض کر لیا گیا تھا لہٰذا جب تک مسلمان مذہب اسلام ترک نہ کر دیں اس وقت تک وہ ترقی نہیں کر سکتے۔

مولوی چراغ علی صاحب کی دانست میں جب کوئی جواب نہ بن سکا تو انھوں نے سرے سے اس بات کا عملی طور پر انکار کرنا شروع کر دیا کہ تمام قواعد کا بنیادی ماخذ قرآن کریم خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے بلکہ یہ لکھنا شروع کر دیا کہ قرآن میں احکامات کا درج کرنا آنحضرت ﷺ کا کام تھا آپ ہی نے اس میں فلاں فلاں احکامات درج فرمائے تاکہ پادری صاحب کے اعتراض سے جان بچ جائے خواہ اس سے کتنا ہی نقصان اسلام کا ہوتا ہے ہوا کرے۔لکھنے کو مولوی چراغ علی صاحب نے یہ لکھ دیا لیکن ان کے ذہن میں خلجان ہی رہا ہوگا انھوں نے ایسا کیوں کر لکھا اس کام میں انھوں نے بزعم خود یہ حکمت عملی اختیار کی کہ کتاب کے پہلے حصے میں لکھا قرآن پاک یہ کہتا ہے اور دوسرے حصے میں اکثر جگہوں پر یہ لکھا کہ آنحضرت صلعم نے قرآن میں یہ حکم لکھا اور کہیں کہیں وحی الٰہی کا ذکر بھی کر دیا۔بجائے اس کے کہ مولوی چراغ علی صاحب یوں لکھتے کہ قرآن پاک میں ارشاد خداوندی یوں لکھا ہے اور آنحضرت ﷺ احکامات خداوندی کی تعمیل کروانے میں کس حکمت عملی سے کوشاں رہے۔اعظم الکلام ...... کے نفسِ مضمون کی بابت ایک قول فیصل ملاحظہ ہو:

''زمان و مکان کے تغیر اور عادت و اطوار کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے مطابق احکام فروعی میں اصلاحی یا انتظامی تبدیلی کو فقہاء نے جائز تسلیم کیا ہے۔تاہم ہمارے نزدیک ایسی تبدیلی کے لیے یہ ضروری ہے کہ (اس میں پادری صاحب کا بھی جواب ہے) (۱) تبدیلی سے تعلق رکھنے والا معاملہ ایسا ہو

جس میں قرآن وسنت نے ہمیں دخل دینے کا حق دیا ہو۔ (۲) یہ تبدیلی ایسے احکام کی ظاہری شکل میں ہوان کی روح اس تبدیلی سے متاثر نہ ہو کیونکہ کوئی ایسی تبدیلی قابل قبول نہیں ہوسکتی جو کسی اسلامی اصول کی روح کے منافی ہو۔ (۳) شرعی سند یا ناقبل تردید عقلی دلیل کی بناء پر اس بات کا یقین حاصل کرلیا گیا ہو کہ یہ احکام وقتی مصالح پر مبنی ہیں اور زمانہ کے بدلنے سے ان میں تبدیلی ضروری ہوگئی ہے۔ (۴) اس تبدیلی میں تعامل امت کی روح کو مدنظر رکھا گیا ہو کیونکہ ایسا معاملہ جس کا تعلق عملی زندگی سے ہو اور شروع سے ہی ان لوگوں کی توجہ کا مرکز رہا ہو۔ اس میں کسی نئے اجتہاد کے لیے امت کے کسی مسلمہ امام یا بزرگ کا تائیدی حوالہ موجود ہونا ضروری ہے تاکہ خود رائی اور تجدد پسندی کے فتنوں کا سد باب ہوسکے۔[۴۸] جو احتیاط مصنف کتاب ''ریفارمز انڈر مسلم رول'' کو اس موضوع پر برتنی چاہیے تھی مصنف سرسید کی اتباع میں سے دو ہاتھ آگے نکل گئے اور اس کے نتائج کا خوف سرسید کو بھی تھا جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اسی طرح مترجم کی تربیت و اٹھان میں جس احتیاط یعنی بطور ناظم دارالترجم کے عہدے کا تقاضا تھا وہ ان کی ذاتی دلچسپی کے معاملے میں اور حد سے بڑھی ہوئی جذباتی وابستگی کی وجہ سے ہاتھ سے جاتی رہی اس طرح تصنیف و ترجمہ بجائے اسلام کی خدمت کے الٹا نقصان کا باعث بنے ہیں۔ مولوی چراغ علی صاحب کی کتاب ''ریفارمز انڈر مسلم رول'' پر ایک مقالہ (غیر مطبوعہ) میں لکھا گیا ہے کہ ''وہ اسلام کی حفاظت کا فرض انجام دیتے ہوئے ایسی باتیں کہنے لگے جو اسلام کے دشمن کہتے ہیں''۔[۴۹] مضامین کتاب کے بارے میں مقالہ نگار مذکورہ کے خیالات ملاحظہ ہوں جو پادری صاحب کے اصل اعتراض کے بارے میں ہے: ''مولوی چراغ علی اس اعتراض کا مناسب جواب نہیں دے سکے، چنانچہ انھوں نے قرآن کے اصول اور قانونی کتاب ہونے ہی سے انکار کردیا تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ نہ ہم قرآن کو سیاسی قوانین کا ماخذ مانیں گے نہ کوئی اعتراض وارد ہوگا''۔[۵۰]

[۱] ڈاکٹر سید معین الرحمان، ذکر عبدالحق ص ۴۷، مطبوعہ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۷۵ء

[۲] محی الدین احمد، دکن پر مولوی صاحب کے احسانات، ماہانہ ''قومی زبان'' بابائے اردو نمبر اگست ۱۹۶۶ء، ص ۷۲-۷۳

[۳] سخاوت مرزا، مولوی عبداللہ خان، ماہنامہ قومی زبان ۱۹۶۶ء، ص ۲۱۸-۲۱۹۔

[۴] ایضاً، ص ۲۲۱۔

[۵] سرسید احمد خان، مقالات سرسید، ج ۱، مرتبہ مولانا محمد اسماعیل پانی پتی، ص ۲۳، مطبوعہ مجلس ترقی ادب

لاہور،۱۹۸۴ء طبع دوم۔

[۶] سرسید سے اقبال تک نئی الہیاتی تشکیل کے منطقی نتائج، مولوی چراغ علی، ص ۶۱، مطبوعہ نگارشات لاہور، ۱۹۸۶ء

[۷] مولوی عبدالحق، مقدمہ حصہ سوم مشمولہ ''اعظم الکلام فی ارتقاءالاسلام'' جلد ۲، ص ۶۲

[۸] ایضاً

[۹] ایضاً، ص ۶۳

[۱۰] مولوی عبدالحق مقدمہ مشمولہ ''اعظم الکلام فی ارتقاءالاسلام''، ج۔۲، ص ۴۰،۲

[۱۱] ایضاً، ص ۶۳۔

[۱۲] ایضاً، ۲۸

[۱۳] درست صفحہ نمبر ۱۱۳ ہے، صفحہ ۱۳۳ کتابت کی غلطی ہے (راقم الحروف)

[۱۴] مولوی عبدالحق مقدمہ مشمولہ اعظم الکلام فی ارتقاءالاسلام، ج ۲، ص ۷۴۔۷۵

[۱۵] ایضاً، ۷۶۔

[۱۶] ایضاً، ۶۷

[۱۷] ایضاً، ۴۵

[۱۸] مولوی عبدالحق، مقدمہ مشمولہ اعظم الکلام فی ارتقاءالاسلام، ج ۲، ص ۶۷۔

[۱۹] مقدمات عبدالحق، مرتبہ ڈاکٹر عبادت بریلوی، اردو مرکز لاہور، ۱۹۶۴ء۔

[۲۰] رشید حسن خان، ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ ص نمبر ۱۱، الفیصل اردو بازار لاہور، ۱۹۸۹ء

[۲۱] "The Proposed political, legal and social reforms" Part II,
P.128-21. (باقی حصہ مضمون میں کتاب کا نام مخفف کر کے PPLSR لکھا ہے)

[۲۲] مولوی چراغ علی، اعظم الکلام، ج ۲، ص ۲۳

[۲۳] Islam and Modernism in India and Pakistan 1857-1964, P-59
(Printed in 1967 by Oxford University Press Karachi)

[۲۴] PPLSR, Part II, P-113

[۲۵] مولوی چراغ علی، اعظم الکلام، ج ۲، ص ۳۔۴

[۲۶] مولوی عبدالحق، مقدمہ اعظم الکلام، ج ۲، ص ۷۴۔۷۵

[۲۷] مولوی چراغ علی، اعظم الکلام، ج ۲، ص ۴ مترجم مولوی عبدالحق

[۲۸] PPLSR, Part II, P-117

[۲۹] مولوی چراغ علی، اعظم الکلام، ج ۲، ص ۱۲

[۳۰] PPLSR, Part II PIII

[۳۱] مولوی چراغ علی، اعظم الکلام، ج ۲، ص ۱۲۔

[۳۲] PPLSR, Part II, P-121

[۳۳] مولوی چراغ علی، اعظم الکلام، ج ۲، ص ۱۶

[۳۴] PPLSR, Part II, P-123

[۳۵] مولوی چراغ علی اعظم الکلام، ج ۲، ص ۱۹۔

[۳۶] PPLSR, Part II, P-129

[۳۷] مولوی چراغ علی اعظم الکلام، ج ۲، ص ۴۵

[۳۸] PPLSR, Part III, P-130

[۳۹] مولوی چراغ علی اعظم الکلام، ج ۲، ص ۲۶۔

[۴۰] PPLSR, Part II, P-132

[۴۱] مولوی چراغ علی اعظم الکلام، ج ۲، ص ۲۸

[۴۲] PPLSR, Part II, P-146

[۴۳] مولوی چراغ علی اعظم الکلام، ج ۲، ص ۴۶

[۴۴] مولوی چراغ علی اعظم الکلام، ج ۲، ص ۴۲

[۴۵] PPLSR, Part II, P-144

[۴۶] PPLSR, Part II, P-145

[۴۷] مولوی چراغ علی اعظم الکلام، ج ۲، ص ۴۳۔

[۴۸] ملک سیف الرحمٰن صاحب، اسلامی قانون اور زمانہ کی تبدیلی، ''مجلۃ الجامعہ'' اپریل جون ۱۹۶۴۔

[۴۹] عبدالحمید رضوانی، مقالہ مولوی چراغ علی، سال ۷۲۔۱۹۷۱ء یونیورسٹی آف پنجاب نیو کیمپس لاہور

[۵۰] ایضاً